شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند

چند تاریخی دستاویزات کے آئینے میں

آئندہ اوراق میں جو دستاویزات پیش کی جا رہی ہیں، دی مدین سنمر۔ اے ڈاکومنسری ریکارڈ (۱۹۰۰ تا ۱۹۴۷ء) جلد پنجم انٹریسٹ ان درلڈ وار، مرتبہ شان محمد، دہلی، ۱۹۸۲ء سے ماخوذ ہیں اس جلد میں تمام دستاویزات جنگ عظیم اول کے دور ۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء کے بارے میں ہیں۔ یہاں صرف وہ دستاویزات مرتب کی جا رہی ہیں جن کا تعلق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اعلان کی تحریک بارے میں شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند کے رویے اور کارگزاریوں سے تھا۔

یہ تمام دستاویزات اصلاً انگریزی زبان میں مرتب ہوئیں تھیں۔ ان کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے البتہ اس میں ایک دستاویز "سپاس نامہ" جو سر جیمس مسٹن گورنر یو پی کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، اردو میں تھا۔ اس کا انگریزی ترجمہ گورنر کے دفتر یا یو پی گورنمنٹ کے سیکریٹریٹ کے کس فرد نے کیا ہوگا "سپاسنامہ" کا یہ ترجمہ سیکریٹری حکومت یو پی نے اپنے تبصرے کے ساتھ حکومت ہند کو بھیجا تھا اور اس پر کرسنل اینٹیلی جنس نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا تھا۔

چوں کہ اصل سپاس نامہ (اردو) دستیاب نہیں ہے، اس لیے اُسے اُس کے انگریزی ترجمے سے اردو میں منتقل کیا ہے ترجمے سے اس عمل سے اس کے مطالب میں فرق نہیں پڑ سکتا تھا۔ اس کا مفہوم یقیناً برقرار رکھا ہے لیکن اس کی زبان اور اسلوب کی ذمہ داری سپاس نامہ پیش کرنے والوں پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ انھوں نے کس مفہوم کی ادائگی کے لیے کیا الفاظ استعمال کیا تھا؟ اس بارے میں کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کی جا سکتی سپاس نامہ میں قرآن حکیم کی چند آیات کے حوالے بھی آئے تھے ان کے ترجمے کے الفاظ اور مفہوم کی مدد سے تواشی سے آیات کی نشان دہی کی کوشش کی ہے، لیکن ممکن ہے کہ اصل سپاس نامے میں اس مفہوم کی دوسری آیات یا ان کا کوئی ٹکڑا پیش کیا گیا ہو۔

ان دستاویزات کے مطالعے کے بغیر مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے خلاف ہنگامہ آرائی، ان کی تکفیر، دیوبند

سے ان کے اخراج اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور ان کی تحریک کے خلاف ارباب اہتمام کے خلاف دارالعلوم کی دشمنانہ کارگزاریوں اور انگریز پرستانہ رویے کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ ارباب اہتمام خصوصاً شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد کا صحیح سیاسی و قومی کریکٹر معلوم ہی نہیں کیا جا سکتا جب تک ان دستاویزات کا مطالعہ نہ کیا جائے

جو دستاویزات یہاں پیش کی جا رہی ہیں، کتاب میں ان کے نمبر ۱۱، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، اور ۲۶ ہیں لیکن یہاں ان کی ترتیب ان کی تاریخ تالیف و ترسیل کے اعتبار سے قائم کی گئی ہے۔

دستاویزات کے ترجمے کے لیے محترم پروفیسر شفقت رضوی کا شکرگزار رہوں۔

(ا۔ س۔ بشس)

(۲۱)

سپاس نامہ

بخدمت سر جیمس مسٹن (گورنر صوبہ یو پی)

دیوبند کے مولویوں کی جانب سے

۲۷ ستمبر ۱۹۱۵ء

ہم (جنھیں بلا مبالغہ تمام با اثر، ریا سے پاک اور بے غرضانہ رواداری رکھنے والوں کا ترجمان کہا جا سکتا ہے) نمائندے ہیں۔ ہندوستان میں قائم واحد اسلامی مرکز (دارالعلوم دیوبند) کے جس کا کوئی ثانی نہیں اور ہم باوجود ہر قسم کی تخریبی کوششوں اور بدبختانہ کارروائیوں[1] کے نہایت ثابت قدمی اور استقلال سے اس کی قدیم پالیسی کو چلا رہے ہیں۔

یور آنر کی خدمت میں اور ان کے توسط سے ہندوستان کے حکمران ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی خدمت میں مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم (دیوبند) کو شمس العلماء کا خطاب اور خصوصی سند مرحمت فرمانے پر جو کہ علما کی عزت افزائی اور شاہی

حوالہ: گورنمنٹ آف انڈیا۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ، پولیٹیکل ڈیپازٹ جنوری ۱۹۱۶ء، نمبر ۴۷

[1] تخریبی کوششوں اور بدبختانہ کارروائیوں سے اشارہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا عبیداللہ سندھی کی انگریز دشمن اور ملک کی آزادی کیلئے کی طرف ہے جس کا پہلا مرکز دارالعلوم دیوبند تھا۔ پھر اس مرکز کو دہلی منتقل کر دیا گیا۔ اگرچہ حضرت شیخ الہند کے وجود گرامی کی بدولت دارالعلوم میں حریت پسندانہ اثرات اور انگریز دشمن خیالات اب بھی موجود تھے۔

برٹش حکومت کے کسی اعزاز کو اسلامی حکومت یا خلافت کے اعزاز کے مماثل قرار دینا بڑی زیادتی ہے بجر یہ کہ مولانا محمد احمد کی کیا اہلیت

عطایہ کی روایت کا نمونہ ہے اپنے پر خلوص قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔ حکومت کے عمل سے یہی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ انھیں مسلمان لیڈروں اور رہنماؤں کی عزت کرتی ہے جو اس کے اہل ہیں، بلکہ آزادی کے دعویداروں کے اس سوال کا جواب بھی فراہم ہو جاتا ہے کہ اعزازات واقعی اہل لوگوں کو دیئے جاتے ہیں۔

یہ درست ہے اور حقیقت کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مادی اور دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہنا نہ تو ہمارا فطری رجحان ہے اور نہ ہمارے دینی فرائض کا حصہ ہے، لیکن خدا کی مرضی کے مطابق ہمارے موجودہ حکمراں اگر ہمیں کوئی اعزاز دیں تو ہم اسے کیوں نہ قبول کریں اور شایان شان طور پر ان کی ستایش کیوں نہ کریں[2] اگر ہم ایسا کریں (یعنی اعزاز کی قدر اور اس پر شکر گزاری کا اظہار نہ کریں) تو خدا معاف کرے گویا ہم ممنونیت اور شکر گزاری کے اس فرض سے روگردانی کریں گے جس کی ہمارے پاک مذہب نے ہمیں تعلیم دی ہے اس سے غفلت برت کر ہم حکومت کی نظر میں اور خدا اور رسول کے آگے[3] اور تمام اخلاقی اصولوں کے آگے ذلیل و خوار ہوں گے۔ ہم ایسے عمل کو سخت اخلاقی کمزوری بلکہ ایک نقطۂ نظر سے گناہ سمجھتے ہیں[1]۔ ان مسلمانوں کے لیے جو ان آیات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں:

(۱) اے پیغمبر! کہہ دو کہ ہر بات خدا کی طرف سے ہے اور

(۲) اس کے حکم کے بغیر ایک پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا، اور

(۳) جنھوں نے اللہ کے آگے جھک جانے کا شعار اپنایا ہے[2]، اور

اور خدمت تھی، جس کے اعتراف میں یہ خطاب اور خصوصی سند دی گئی تھی؟ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں ان کا کوئی مقام نمایاں نہ تھا اگر دار العلوم کے عہدۂ اہتمام اس کی بنیاد تھی تو دیکھنا چاہیئے کہ ملک کے اور کتنے دار العلوموں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے شیوخ، پرنسپلوں، مہتمموں کو اس وقت تک یا اس کے بعد شمس العلماء کے خطابات سے سرفراز کیا گیا تھا؟ واقعہ یہ ہے کہ مولانا محمد احمد کو دار العلوم اور اس کے حلقۂ اثر میں برٹش مفادات کے تحفظ کے لیے خدمات کے اعتراف میں انھیں اس خطاب اور سند سے نوازا گیا تھا۔ انھوں نے ایک نازک وقت اور عہد انقلاب میں اپنے تئیں برٹش حکومت کے سیاسی و استعماری مقاصد میں تعاون کے لیے پیش کیا تھا۔ اس لیے دار العلوم دیوبند اور اس کے حلقۂ اثر میں اس خطاب کے سب سے زیادہ اہل وہی تھے۔

[1] معلوم نہیں کہ یہ کیسے دریافت کر لیا گیا کہ انگریزی حکومت کا مولانا محمد احمد کو شمس العلماء کا خطاب دینا اللہ کی مرضی کے مطابق اور اس کی خوشنودی کا موجب تھا کہ اس کا قبول کرنا انگریزوں کے اس عمل کی شایانِ شان طور پر ستایش کرنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا لازم ٹھہرا۔

[2] اُنا حضرات کے نزدیک چونکہ بحکم "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولوا الامر منکم"، برٹش استعمار اور اس کے حکام کی اطاعت خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ لازم و ملزوم تھی، اس لیے حکومت سے جذبات تشکر کا اظہار بھی خدا اور رسول کے شکریے کے ساتھ ملزوم کر دیا۔

[3] انگریزی حکام چونکہ ان کے نزدیک "اولوا الامر منکم" میں سے تھے اس لیے ان کے خلاف عمل ذلت و خواری کا موجب بھی تھا، اخلاقی کمزوری بھی اور گناہ بھی۔

پرخلوص طریقے سے اس پرانی کہاوت کو صحیح مانتے ہیں کہ جو کچھ درست کی طرف آئے خوب ہے[۳] کسی شاہی عطیے اور کسی بلند مرتبت اعزاز کو لینے سے انکار کرنا یا اسے شایانِ شان طور پر قبول نہ کرنا ناشکر گزاری ہے۔

یہی وجوہ تھے کہ ہم دارالعلوم کے چند ہی خواہ یور آنر کے حضور میں حاضر ہیں۔ ہماری حیثیت محض چند افراد کی نہیں ہے بلکہ ہم قابلِ تعظیم گروہ کے نمایندہ ترجمان ہیں جو ایک "حقیقی فرض" ادا کرنے کے لیے آئے ہیں[۴]۔ ہمیں توقع ہے کہ یور آنر بھی "ہمارے لافانی تشکر" کا احساس رکھتے ہیں کہ ہمیں باریابی کا شرف عطا فرمایا[۵]۔

یور آنر! ہمارا طبقہ (جو دنیاوی لحاظ سے معمولی اور بے مایا ہے) اس بات سے پوری طرح آگاہ نہیں کہ کونسا طریقہ اظہار تشکر و ممنونیت کے لیے مناسب ہو سکتا ہے ہم اس طریقہ کار کو اچھا نہیں سمجھتے کہ ہر ڈسٹرکٹ کے مسلمانوں کی طرف خطوط، ڈیلی گرام اور قرار دادیں روانہ کروا کے سارے ہندوستان میں دھوم مچا دیں۔ اس لیے ہم توقع کرتے ہیں کہ یور آنر دارالعلوم کے ہم چند خدمت گزاروں کی نحیف اور کمزور آواز کو (جو اتحاد کے مضبوط رشتوں میں بندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے پورے فرقہ اور درحقیقت تمام اعتدال پسندوں کی آواز ہے) ظاہری طمطراق اور شور شرابے کے ساتھ شکریہ ادا کرنے کے عمل کی بہ نسبت زیادہ باوقعت اور موثر گردانیں گے۔

یور آنر! ہمارے اس چھوٹے سے وفد میں نہ تو کوئی جاگیر دار ہے اور نہ کوئی رئیس۔ یہ وفد ظاہری رکھ

[۲] غالباً ان آیات کی طرف اشارہ ہے (۱) اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دو ساری باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں (۳: ۱۵۴) یا "اے پیغمبر کہہ دو، جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے (۴: ۷۸) (۳) شاید اس آیت کا حوالہ دیا ہو "جو کچھ خشکی میں ہے اور جو سمندر میں ہے، سب کا وہ علم رکھتا ہے، درختوں سے کوئی پتہ نہیں گرتا اور زمین کے اندر اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں پھوٹتا مگر یہ کہ وہ اسے جانتا ہے۔ کوئی خشک اور تر پھل نہیں گرتا، مگر یہ کہ (علم الٰہی کے) واضح نوشتے میں مندرج ہے (۶: ۵۹) (۳) شاید ان آیات کا حوالہ دیا ہو ہاں! جس کسی نے بھی اللہ کے آگے سر جھکا دیا اور وہ نیک عمل بھی ہو تو وہ اپنے پروردگار سے اجر پائے گا نہ تو اس کے لیے کسی طرح کا کھٹکا ہے نہ کسی طرح کی غمگینی (۲: ۱۱۱) یا اور پھر (بتلاؤ) اس آدمی سے بہتر دین رکھنے اور کون ہو سکتا ہے۔ جس نے اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا اور وہ نیک عمل بھی ہے اور اس نے ابراہیم کے طریقے کی پیروی کی جو سرت خدا ہی کے ہو رہا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست مخلص بنا تھا۔ (۴: ۱۲۵)

[۳] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرات انگریزوں کو ملک پر ناجائز قابض اور ملک و قوم کا دشمن نہیں "دوست" سمجھتے تھے۔

[۴] یہ وہ حضرات ہیں جن کے بزرگوں نے ہندوستان کو دارالحرب اور انگریزوں کو ملک و قوم کا دشمن قرار دیا تھا۔ زمانے کی کیسی ستم ظریفی ہے کہ ان بزرگوں کی اولاد انگریزوں کے بخشے ہوئے خطاب پر فخر کر رہی ہے اور اس پر شکر ادا کرنے کو "حقیقی فرض" (مثل نماز، روزہ اور واجبات اسلامیہ و شرعیہ کے) قرار دے رہی ہے۔

[۵] شاید مقصد یہ ہے کہ یہ جذبات تشکر وقتی اور کسی فوری مصلحت کے تحت نہیں بلکہ دائمی اور ابدی ہیں۔

گدائی اور شان و شوکت سے عاری ہے پھر بھی یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ یور آنرز کے دورِ حکومت کا فیضان ہے اور شمس العلماء مولانا محمد احمد کی منیجر شپ (حسن انتظام و اہتمام) کا طفیل ہے کہ ہم جیسے بوریہ نشینوں کو یہ دیکھنا نصیب ہوا کہ "گم نامی اور تاریکی کی قعرِ مذلت"[1] سے نکل کر شاہوں کے حضور میں جذبات تشکر و ممنونیت پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی یہ دراصل نتیجہ ہے دارالعلوم کی بڑھتی ہوئی افادیت اور اس کے پھیلتے ہوئے اثر و رسوخ کا۔

یور آنرز! اگرچہ آج ہم ایک خاص "احسان اور عنایت" کا شکریہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں، جو صرف منیجر (مہتمم) صاحب ہی پر نہیں بلکہ ہمارے پورے طبقے پر کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ہمارے پیش نظر دارالعلوم کے لیے آپ کی نوازشیں بھی ہیں، جن کا حال منیجر (مہتمم) صاحب وقتاً فوقتاً بتلاتے رہتے ہیں اس نظر کرم کی وجہ سے مسلم پبلک کا دارالعلوم پر اعتماد بحال ہوگا اور اس سے ہماری اس پالیسی کو تقویت ملے گی جس کی تعریف یورپ کے بڑے بڑے آفیسر کرتے رہے ہیں۔

یور آنرز! ہم خدا کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے ہیں کہ مجموعی طور پر ہمارے لیے اور ہمارے فرقہ کے درمیان باہم زبردست اعتماد موجود ہے۔ اس کا ثبوت دارالعلوم کے بڑھتے ہوئے ذرائع آمدنی دے سکتے ہیں یا دارالعلوم میں دی جانے والی تعلیمات کے اثرات!

جہاں تک ہمارے بس میں ہے ہم اپنے طبقے کی مذہبی و روحانی ترقی اور بہبودی کے لیے اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی نہیں کرتے البتہ ممکن ہے بعض ناواقفِ حال افراد دارالعلوم کے تقدس اور مرتبے کو دیکھتے ہوئے ہمارے بعض اعمال سے کبھی کبھار شک و شبہ کا شکار ہو جاتے ہوں۔ لیکن جیسے ہی گفتگو کے ذریعے یا باہم خط و کتابت کے ذریعے انھیں حقائق سے آگاہ کر دیا جاتا ہے تو وہ بھی پوری طرح مطمئن ہو جاتے ہیں۔

ہمارا ایک اور صرف ایک مقصد ہے۔ اور وہ ہے "مذہبی آزادی کا تحفظ اور صرف مذہبی آزادی کا تحفظ"! اس سے ہٹ کر کسی سیاسی تحریک کو سسند کرنا یا قبول کرنا ہمارے قائم اور ناقابلِ تبدیلی نظریے کے باہر ہے[2]۔

---

[1] غور فرمائیے! یہ حضرات نصیب کی یاوری پر فخر کر رہے ہیں اور کس زندگی کو "گم نامی اور تاریکی کا قعرِ مذلت" قرار دے رہے ہیں؟ علوم و فنون کی سلامی کی تعلیم و تدریس و اشاعت کو؟ صبح و شام قال اللہ و قال الرسول کے ورد اور اعمال اسلامی کو؟ اور کس چیز کو باعث "ممنونیت و سعادت" قرار دے رہے ہے؟ مزید حیرت اس بات پر ہے کہ ان کے اخلاف کا دعواہے کہ ملک کے لیے آزادی کی جنگ میں ان کا حصہ ہے اور پاکستان کا قیام ان کی کوششوں کا رہینِ منت ہے۔

[2] اگر ان حضرات کے نزدیک دارالعلوم کا مقصدِ قیام اور خود ان کا مقصدِ حیات "صرف مذہبی آزادی کا تحفظ" تھا اور انگریزی حکومت کے دور میں وہ انھیں حاصل تھی تو ملک کی آزادی کی تحریک اور ملک سے انگریزوں کے کلی انخلا کی سعی اور قیام پاکستان کی جدو جہد میں ان کے حصے کا کیا سوال! انھیں تو خود اعتراف ہے کہ مذہبی آزادی کے

اگر حکومت اسلام اور اس کے عقائد و رسوم کو، ہمارے "حقیقی لیڈر"[۲] کو واقعی عزت دیتی ہے تو دل اور زبان سے اس کا شکریہ ادا نہ کرنا یا اپنے کسی عمل سے اس کے لیے مشکلات پیدا کرنا انتہائی "ناشکری اور معصیت"[۳] ہے۔

یور آنر! ہم نے اپنی نہایت واضح پالیسی بتلا دی ہے۔ فی الوقت شمس العلماء مولانا محمد احمد اس پالیسی کو چلا رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کے خاندان کے بلند مرتبے اور ان کے شخصی اثرات کی وجہ سے ان کے شاگرد اس پالیسی پر مستقل مزاجی سے قائم رہیں گے۔

ہم اختتام پر یور آنر کے وقت اور توجہ کے زیاں پر معذرت خواں ہیں اور ایک بار پھر گرم جوشی کے ساتھ یور آنر کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو صوبے کے اولوالعزم حکمراں اور دارالعلوم کے ہمدرد و بہی خواہ ہیں[۱]۔ ہم یہ یقین کر لینے میں حق بجانب ہیں کہ یور آنر زحمت فرما کے ہمارے عاجلانہ لیکن پرخلوص جذبات و تشکر اور ممنونیت کو حضور ہر ایکسیلنسی وائسرائے بہادر تک پہنچا دیں گے۔

ہم یور آنر کی ترقی اور خوشحالی کے لیے دعاگو ہیں۔

حکومت یوپی نے اس سپاس نامہ کے ساتھ ۲۷ستمبر کو ایک نوٹ بھی بھیجا تھا جس کا ذکر ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے مراسلہ میں آیا ہے۔ ۲۷ستمبر کا حکومت یوپی کا وہ نوٹ تو دستیاب نہیں البتہ سپاس نامہ اور حکومت یوپی کے نوٹ پر کرسنل انٹیلی جنس نے جو تبصرہ کیا تھا، پیش خدمت ہے۔

تحفظ کے نظریے سے ہٹ کر کسی سیاسی تحریک کا استرداد یا قبول ان کے دائم اور ناقابل تبدیلی نظریے کے باہر ہے۔

۲ے "حقیقی لیڈر" سے مراد شمس العلماء مولانا محمد احمد ہیں جو انگریز دل کے دوست تھے دشمن نہیں۔ ریشمی رومال سازش کیس کی ڈائریکٹری میں انھیں انٹیلی جنس نے "حکومت کا وفادار" اور "شریف آدمی" لکھا ہے ان کی وفاداری کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ مولانا عبیداللہ سندھی کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، ان پر کفر کا فتویٰ لگوایا، انھیں دیوبند سے نکلوایا، جمعیۃ الانصار کے ذریعے سیاسی کام کے منصوبے کو ملیامیٹ کر دیا اور حضرت شیخ الہند کی جاسوسی کرتے رہے۔ سہارنپور کے کلکٹر کے ذریعے گورنمنٹ کو اطلاعات فراہم کرتے رہے۔ ان کی شرافت کا بھی اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا۔

۳ے گورنر یوپی سر جیمس مسٹن کے ملک و قوم پر احسانات ان حضرات کے عقیدے سے بے شمار ہوں گے ملک و ملت اور مسلمانوں کے ایسے محسن کا شکریہ ادا نہ کرنا یقیناً معصیت ہی تو تھا۔

۱ے مسٹن دارالعلوم کا بہی خواہ اور ہمدرد ہو یا نہ ہو، شمس العلماء مولانا محمد احمد کو ہمدرد اور بہی خواہ ضرور تھا۔ خطاب، خصوصی سند، زمین، وظیفہ، حیدرآباد دکن کی عالی شان ملازمت کیا کچھ احسان مسٹن نے ان پر نہیں کیا۔ لیکن بحکم ھل جزاء الاحسان الا الاحسان شمس العلماء نے بھی ان کے احسان کا بدلہ مولانا عبیداللہ سندھی کو دیوبند سے نکلوا کر اور حضرت

(۲۲)

سپاسنامے اور حکومت یوپی کے نوٹ پر کرسنل انٹیلی جنس آفس کا نوٹ

۱۔ میرے خیال میں سر جیمس مسٹن ان مولویوں کو یہ اطلاع دیں گے کہ ہز ایکسیلنسی نے ان کا پیش کردہ سپاسنامہ انتہائی مسرت سے پڑھا ہے۔

۲۔ میں سپاسنامے کی اشاعت کا مشورہ دینے میں مشکل محسوس کر رہا ہوں۔ دیوبند کی یہ اسپرٹ فیصلہ کن ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ اسپرٹ بڑھ رہی ہے[۱]۔ لیکن مولویوں کے اس سپاسنامے کو پایانے اعظم کے ارشادات عالیہ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ دیوبند کے صرف ایک حلقے کا ترجمان ہے البتہ حکومت کی یہ فطری ضرورت ہے کہ وہ اپنی شناخت اس جیسے وفادار طبقے کے ذریعے کردائے لیکن بہت محتاط رہ یہ رکھتے ہوئے، تاکہ مسلمان حکومت میں کم سے کم مداخلت کرسکیں۔ یہ یقیناً دانش مندانہ پالیسی ہوگی۔

۳۔ میرے خیال میں ہندوستان کے مسلمانوں میں حکومت کے خلاف چھپی ہوئی خطرناک لہریں کارفرما ہیں اور اب بھی ہیں[۲]۔ ہماری یہ خواہش جائز ہے کہ جنگ میں ہمیں نمایاں اور یادگار کامیابی حاصل ہو۔ تاکہ جو لوگ کشمکش دربیج کا شکار رہے ہیں کہ ہندوستان میں برطانیہ اسلام کا مقابلہ اسلام کرسکتا ہے یا نہیں؟ ان کے ذہنوں سے شکوک وشبہات دور ہوجائیں[۳]۔

جیمس مسٹن کے خط کا پیراگراف نمبر ۵ کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ دیوبند کے ان مولویوں کے اثر و رسوخ کا اندازہ ان کی حیثیت سے بڑھ کر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسے مکہ کے مولویوں نے کمزور کردیا ہے جو پان اسلام ازم کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھتے ہیں اور مذہبی جنونی ہیں[۳]۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن کو گرفتار کروا کر دادا کر دیا تھا۔

۱؎ یعنی خوشامد اور وفاداری کی اسپرٹ جس کا تازہ اظہار مولویوں کے اس سپاسنامہ میں کیا گیا ہے۔

۲؎ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی تحریک آزادی اور مولانا عبیداللہ سندھی کی ان کوششوں کی طرف ہے، جن کی طلاطم خیزیوں نے دیوبند کے جامد ماحول اور خوشامدی اور وفادار مولویوں کے حلقے میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

۳؎ یعنی مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات نقش ہوجائے کہ برٹش حکومت ہندوستان میں اسلام کے مقابلے میں ایک فیصلہ کن طاقت کی مالک ہے تاکہ مسلمان انگریزوں کے خلاف کسی سازش یا بغاوت کا خیال دل میں نہ لائیں۔

۳؎ مراد یہ کہ مولانا عبیداللہ سندھی اور "مکہ کے مولوی" یعنی حضرت شیخ جو اس زمانے میں حج کے لیے مکہ تشریف لے گئے تھے کہ انگریزی حکومت کے خلاف تحریک اور اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کی موجودگی میں شمس العلماء اور ان مولویوں کو نہ تو علمائے دیوبند کا "ترجمان" سمجھا

۴۔ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ سپاس نامہ ضرور شائع ہو لیکن حکومت کی طرف سے نہیں۔ سابقہ تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کی جانب سے ایسا کرنا جوش و جنون اور تنازعے کو ہوا دینا ثابت ہوگا۔

(۲۴)

مراسلہ سیکریٹری حکومت یوپی بنام سیکریٹری حکومت ہند
محمود حسن دیوبند کے بارے میں

۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء

اپنے ڈی او نمبر ۱۵۷۰/سی مرقومہ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کے حوالے سے عرض ہے کہ:

۱۔ حکومت ہند اس انٹرویو کے نتائج سے یقیناً دلچسپی ہوئی جو ہزآنر لفٹننٹ گورنر (صوبہ یوپی) اور شمس العلماء مولوی محمد احمد (دیوبند) کے مابین ۱۴ ستمبر کو ہوا تھا۔ وہ اس دن پانچ مولویوں[1] کے ساتھ رسمی طور پر ملاقات کرنے، خطاب عطا ہونے پر "شکریہ ادا کرنے" اور اپنی وفاداری کا یقین دلانے آئے تھے ان میں سے ایک مولوی نے سپاس نامہ پڑھا، جس کا ترجمہ اس رپورٹ کے ساتھ منسلک ہے اس پر مندرجہ ذیل سطور میں تفصیلاً روشنی ڈالی جائے گی۔

۲۔ سپاس نامہ کے ساتھ اس مولوی نے ہزآنر کی خدمت میں ایک پمفلٹ بھی پیش کیا جس میں اخبار زمیندار (لاہور) سے کچھ اقتباسات درج تھے اس پمفلٹ میں مولوی محمد احمد (مہتمم دارالعلوم) کو حکومت کی طرف سے دیئے گئے "شمس العلماء" کے دنیاوی اعزاز کو قبول کرنے پر انھیں "زر کا بندہ" کہہ کر گالی دی گئی تھی اس کا جواب دارالعلوم دیوبند کے مولوی شبیر احمد (عثمانی) کی طرف سے دیا گیا تھا وہ بھی ہزآنر کی خدمت میں پیش کیا ان سب کا خیال ہے کہ وہ پمفلٹ الہلال (کلکتہ کے ایڈیٹر) مولوی ابوالکلام آزاد کا لکھا ہوا ہے چونکہ ان کی طرف سے کوئی جواب الجواب نہیں آیا اس لیے یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے اس کا جواب نہیں بن پڑا۔

۳۔ سب مولویوں کے چلے جانے کے بعد شمس العلماء نے (تنہائی میں) بتایا کہ:

جاتا ہے اور نہ حقیقی لیڈر" دیوبند پر اثرات ذاتی مولانا محمود الحسن کے ہیں، لیکن حکومت کے لیے مصلحت وقت اور برٹش مفادات کا تقاضا یہی ہے کہ اس قسم کے شمس العلماؤں اور خوشامدی مولویوں پر اعتماد کرے اور ان سے کام لے۔ البتہ "محتاط رویہ اختیار کرے" حد سے زیادہ ان کی ہمت افزائی نہ کرے کہ وہ خود ہی مطالبات کے ذریعے حکومت کے معاملات میں مداخلت کرنے لگیں۔

[1] یہ پانچ مولوی کون تھے؟ یقین کے ساتھ تو مولانا محمد احمد (مہتمم دارالعلوم) اور مولوی حبیب الرحمٰن عثمانی (نائب مہتمم) ہی کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے مولانا شبیر احمد عثمانی بھی ہوں کہ ارباب اہتمام کے محبوب تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی کو دیوبند سے علاحدہ کرنے کے لیے جو جھگڑا پیدا کیا گیا تھا ان میں سب سے زیادہ انھیں کا حصہ ہے۔

(الف) انھوں نے سہارنپور کے مجسٹریٹ کو مولوی محمود حسن کے بارے میں بتلا دیا تھا۔

(ب) انھوں نے یہ بھی بتایا کہ مولوی (محمود حسن اور ان کے ساتھی) ۱۸ ستمبر کو بحری جہاز کے ذریعے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور اب وہ (مولوی محمد احمد) ان کا پیچھا کریں گے، جو ایک مشکل مرحلہ ہے۔

(ج) انھیں توقع ہے کہ مولوی محمود حسن شریف مدینہ[۱] کے ذریعے انور پاشا سے تعارف حاصل کریں گے اور ان کے ذریعے سے سرحد پر گڑبڑ کی ہمت افزائی کریں گے۔

۴. شمس العلماء نے دہلی گروپ کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی ہیں۔ دہلی گروپ کو سکھ سے مسلمان ہونے والے نومسلم شاگرد عبید اللہ سندھی کی امداد حاصل ہے[۲] ان سے بتایا کہ:

الف: محمود حسن جب بمبئی جاتے ہوئے دہلی پہنچے تو ان کا زبردست استقبال کیا گیا تھا۔

ب: استقبال کرنے والوں میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری نمایاں تھے وہ مولوی (محمود حسن) کو اپنی موٹر میں بٹھا کر اپنے گھر لے گئے تھے۔

ج: شمس العلماء نے ان کا تعاقب نہیں کیا لیکن بعد میں وہ بیگم انصاری سے ملے جو ان کی مرید ہیں، ان سے پوچھ گچھ کی تو

۱. ان خاتون نے بتایا کہ ڈاکٹر انصاری نے محمود حسن کو ایک خطیر رقم دی ہے۔

۲ ان خاتون نے ان کی (ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمود حسن کی) بات چیت سنی، اس میں مدینا اور انور پاشا کے نام آئے تھے۔

د: ڈاکٹر انصاری کے بھائی (حکیم عبدالرزاق) محمود حسن کو رخصت کرنے بمبئی تک گئے۔

۵. شمس العلماء کا بیان ہے کہ:

الف: عبید اللہ کی شرارت آمیز حرکتوں[۳] کا مرکز دہلی کی فتح پوری مسجد ہے جو ایک نئی سوسائٹی نظارۃ

---

[۱] شریف مکہ سے مراد مدینہ کا گورنر بصری پاشا ہے جس کا کے نام گورنر مکہ غالب پاشا نے حضرت شیخ الہند کے تعارف کا خط دیا تھا اور انور پاشا سے ملاقات کرا دینے کے لیے سفارش کی تھی۔

[۲] دہلی گروپ سے مراد نظارۃ المعارف القرآنیہ کے سرپرست و کارکن ہیں اس میں حکیم اجمل خان، حکیم عبدالرزاق، ڈاکٹر انصاری، مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہ ہیں مولانا سندھی اس کے ناظم اور حکیم اجمل خان اس کے سرپرست تھے مولانا سندھی کے بعد مولانا احمد علی لاہوری اسے چلاتے رہے تھے۔ شمس العلماء مرحوم کی خدمات کا دائرہ نہ صرف دیوبند میں حضرت شیخ الہند، مولانا سندھی اور جمعیت الانصار کی سیاسی کارگزاریوں تک محدود تھا بلکہ دہلی گروپ کے بارے میں معلومات کی فراہمی تک پھیلا ہوا تھا۔

[۳] آج بھی بزرگ کے خلف طیب کا دعوی ہے کہ ان کے سلف صالح (مولانا محمد احمد) نے تحریک آزادی میں حصہ لیا تھا اور اس تحریک میں دو شن کی رہنمائی کی تھی۔ اب تاریخ نے ورق الٹا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے وقت کے ایک انقلابی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے دست

المعارف القرآنیۃ کا مرکز ہے ۔

ب؛ اس (سوسائٹی) کے ناظم عبیداللہ ہے ۔

ج؛ یہ ادارہ سر تا سر آمادہ بغاوت ہے ۔

د؛ بد قسمتی سے عبیداللہ کو بھوپال سے دو سو روپے ماہوار ملتے ہیں جو اس کی ہمت افزائی کا باعث ہیں

ہ؛ شمس العلماء کا پرزور مطالبہ ہے کہ دہلی کو عبیداللہ کے وجود سے پاک کر دیا جائے اور اسے سندھ واپس بھیج دیا جائے ۔

۶۔ اب میں سپاس نامے کے بعض پہلوؤں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا ۔ یہ سپاس نامہ ایک غیر معمولی نوعیت کی دستاویز ہے ۔ ہزآنر (گورنر یو پی) کا خیال ہے کہ حکومت ہند کو اس سے خاص دلچسپی ہوگی

ہ یہ سپاس نامہ اُس کالج کے اراکین کی طرف سے پیش کیا گیا ہے ، جس کی شہرت عالم گیر ہے ۔

ہ جو اسلامی دنیا میں اپنے مذہبی تقدس اور علمی خدمات کی وجہ سے قابل احترام سمجھا جاتا ہے ۔

ہ اس ادارے میں حصولِ علم کے لیے وسطِ ایشیا ، ایران ، عرب ، مصر ۔ یہاں تک کہ چین سے بھی طالب علم آتے ہیں ۔ اس کی دینی تعلیم کے اثرات ان تمام علاقوں پر محیط ہیں ۔

ہ اس کا سُنی مسلمانوں پر بلا مبالغہ سب سے زیادہ اثر ہے ۔

ہ ان مولویوں نے لفٹیننٹ گورنر سے کہا ہے کہ اس سپاس نامے کو جس طرح چاہیں استعمال کریں اور جو بھی موزوں طریقہ سمجھیں اسے شائع کریں ۔

ہ یہ ایک ایسا اعلامیہ ہے ، جس کا بڑا وزن ہے ۔

ہ اس کے ذریعے نوجوان مسلمانوں کے اس باغیانہ پروپیگنڈے کی تردید ہوتی ہے کہ حکومت سے خطابات حاصل کرنا بے معنی ہے اور بے عزتی کا باعث ہے ۔

ریاست کی انقلابی سیاسی کوششیں جن کے اصل رہنما حضرت شیخ الہند ہی تھے ۔ ان کے نزدیک "شرارت آمیز حرکتیں" تھیں اور حکومت سے ان کا پرزور مطالبہ تھا کہ اس انقلابی کو اس کے مرکز انقلاب سے دور اور کو اس کے وجود سے پاک کر دیا جائے اور اس کی قومی و ملی خدمات (یا بقول شمس العلماء "شرارت آمیز حرکتوں") کو سندھ تک محدود کر دیا جائے اگر مولانا سندھی کے بارے میں ان کے یہ خیالات تھے ۔ تو یقین رکھنا چاہیے کہ حضرت شیخ الہند کے بارے میں بھی ان کے خیالات اس سے زیادہ بلند نہیں ہو سکتے ۔ واضح رہے کہ مولانا سندھی اس وقت "کابل منصوبے" کے سلسلے میں دہلی سے نکل چکے تھے لیکن ابھی ملک ہی میں تھے اور سندھ میں منصوبے کی تکمیل کے کاموں میں مصروف تھے ۔

٥ اس سپاس نامے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دینی فرائض کی ادائیگی کی آزادی حاصل ہے اس کے وفادار اور تقدس مآب حضرات پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں ۔

٥ ہر دو معاملات کے حوالے سے یہ ایک قیمتی ریکارڈ ہے جو قدامت پسند مسلمانوں کے رجحان کی ترجمانی کرتا ہے ۔

٥ اس کی قدر و قیمت اس بات سے اور بڑھ جاتی ہے کہ دیوبند کالج کی وفاداری کو متزلزل کرنے اور اس میں مخالف برطانیہ پان اسلام ازم رجحان پیدا کرنے کی مستقلاً کوشش کی جاتی رہی ہے ۔

٥ یہ ایک مفید دستاویز ہے جس کو بسبب ضرورت مناسب طریقے سے استعمال کرنا چاہیے ۔

٥ اس سے اُن تمام مذہبی نوعیت کے استدلالات کی نفی ہوتی ہے، جن میں غیر وفادار یا فیانہ خیالات رکھنے والے انحصار کرتے ہیں ۔

٥ سر جیمس مسٹن تجویز کرتے ہیں کہ اس کی باقاعدہ وصولی کی اطلاع دی جائے اور بتلایا جائے کہ حکومت کے پالیسی ایسی کوئی ہے کہ اسے کسی طرح مشتہر یا استعمال کیا جائے ۔

٥ یہ صوبائی سطح کی اہمیت سے کہیں زیادہ بلند اہمیت کی دستاویز ہے ۔

۷۔ لیفٹیننٹ گورنر جانتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے دینی ایجنسیوں کو استعمال کرنے کی کوشش ہمیشہ سنجیدہ اور اکثر محتاط ہوتی ہے ۔ لیکن اس وقت صورت ایسی ہے کہ دیوبند کے ان مولویوں کا اقدام از خود برمحل ہے ۔

٥ تقریباً ایک سال قبل ہز آنر کو انھیں ذرائع سے اطلاع دی گئی تھی کہ کالج میں گڑبڑ ہو رہی ہے اس لیے وہ کالج تشریف لائیں لیکن اس وقت ہز آنر نے اس تجویز کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ پرنسپل اور اسٹاف کی جانب سے ضابطے کے دعوت نامے کے بغیر وہ ایسا نہیں کر سکتے ۔

٥ بعد میں ہز آنر نے یکم مارچ ۱۹۱۵ء کو کالج کا دورہ کیا اور اس کے باوجود کہ محمد علی اور دہلی کے ایجی

لے دفعہ ۶ کے ضمن میں شمس العلماء اینڈ کمپنی کے سپاس نامے کی اہمیت کے جن پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے، وہ درست ! لیکن اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے مرکز انقلاب کو آزادی کی تحریک لد جدوجہد سے دور لے جانے کی یہ کتنی گہری سازش تھی اور تاریخ کا یہ فیصلہ کتنا سنگین ہے کہ آج ان کے نام لیواؤں پر اسی دارالعلوم کی سرزمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی ہے اور انھوں نے جامع مسجد دیوبند میں پناہ لے رکھی ہے ۔ آج تحریک آزادی ملک کے حوالے سے ان کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت شیخ الہند کی تحریک کی مثال "مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء..... الآیۃ" اور شمس العلماء کی تحریک دریوزہ گری کی مثال اس کے "برعکس" ہے ۔

ممبر جلسے میں موجود تھے۔ ہزآنر کا شاندار استقبال کیا گیا۔

ہ کالج کے "تمام افراد"[1] کی موجودگی میں کوسمی خیر مقدمی اور شکریے کی تقاریر کا تبادلہ ہوا اور

ہ اس کے بعد کالج لائبریری میں خوشگوار ماحول میں دل کھول کر آزادانہ تبادلہ خیال ہوا۔ اس طرح باہم دوستی اور تعلقات قائم ہوئے۔

ہ پرنسپل (محمد احمد) کو وائسرائے کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب دینے اور بالکل غیر متوقع طور پر پیش کیے گئے سپاس نامے[2] سے یہ روابط مزید استوار ہوئے ہیں لیفٹننٹ گورنر کا خیال ہے کہ اس کے نتائج دور رس اور قابل اطمینان ہوں گے۔

(جاری ہے)

---

[1] ان "تمام افراد" میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صدر المدرسین اور شیخ الحدیث دارالعلوم شامل نہیں تھے حضرت اس موقع پر دیوبند سے باہر چلے گئے تھے۔

[2] سپاس نامہ سے مراد چند معنوی تقریر اور خطاب بابی پر شکریے کی تقریر ہے۔ ارباب اہتمام نے جن خیالات اور جذبات کا اظہار فرمایا تھا اس سے گورنر خوش ہوا، اور دور رس اور قابل اطمینان نتائج کی توقع کی۔ ایک سپاس نامہ وہ ہے جو خطاب ملنے کے بعد شمس العلماء مولانا محمد احمد اور چند دوسرے حضرات نے وفد کی صورت میں شملہ جا کر لیفٹننٹ گورنر کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کا ترجمہ سی آئی ڈی کی رپورٹوں کے ضمن میں اس مضمون کے آخر میں درج ہے۔

حوالہ: گورنمنٹ آف انڈیا، ہوم ڈیپارٹمنٹ۔ پولیٹیکل ڈیپارٹ پروسیڈنگز جنوری ۱۹۱۹ء نمبر ۴۴، صفحہ ۴۰